﴿ وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾

اصلاح باطن کے دوراستے

ازافادات

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

فہرست عناوین

شمار	عناوین	صفحہ
۱	ایک مثال	۴۰
۲	انسان کے علاج کے دوطریقے	۴۱
۳	قرون اولی کے لوگ	۴۲
۴	ایمان کے بچانے کا دور	۴۳
۵	طریقہء اصلاح مشائخ نقشبند	۴۴
۶	ایک سوال	۴۵
۷	مشائخ کا قول	۴۶
۸	ہر چیز اصل کی طرف لوٹتی ہے	۴۷
۹	سیور اربعہ	۴۹
۱۰	عروج نزول فنا وبقاء	۵۰
۱۱	الفانی لایرد کا کیا مطلب؟	۵۱
۱۲	شیطان کے حملوں سے کون بچتا ہے؟	۵۱
۱۳	ایک سوال	۵۲
۱۴	غفلت ناممکن	۵۲
۱۵	مجدد صاحبؒ کا قول	۵۳

اللہ اللہ اللہ

اقتبـــــاس

پہلے پاکیزہ دور ہوتا تھا، حیا کا دور ہوتا تھا، بہت ساری برائیاں اس زمانے میں ہوتی ہی نہیں تھیں، ایسا زمانہ تھا کہ اگر کوئی بندہ اس دور میں پاگل ہو جاتا تھا تو وہ کثرت سے اذان ہی دینی شروع کر دیتا تھا کہ جی یہ پاگل ہو گیا ہے ہر وقت اذان ہی دیتا رہتا ہے، تو اس وقت کے پاگل ایسے تھے اور آج کل کے تو عقلمند گالیاں بکنے لگ جاتے ہیں تو یہ زمانہ اور ہے اتنا حیا کا زمانہ تھا کہ ایک شخص امام اعظمؒ کے پاس حاضر ہوا نوجوان تھا اور اس نے آ کر سوال پوچھا کہ حضرت مرد اور عورت کے جو پوشیدہ اعضاء ہیں ان میں فرق کیا ہوتا ہے؟ اب بتائے کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گیا اور اس عمر میں پہنچنے تک اس کو یہ بھی معلوم نہیں چلا کہ مرد اور عورت کے جسم میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ایسا پاکیزہ دور تھا اور آج کل تو آپ پانچ اور سات سال کے بچہ سے جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں تو پہلے وقتوں میں انسان کے من کا صاف کرنا اس کا معاملہ کچھ اور تھا اب اس کے اندر جو ہے وہ تفصیل آتی چلی جا رہی ہے اسلئے یہ ذمہ داری شریعت نے مشائخ کے کندھوں پر ڈال دی کہ سالکین کو کس طرح کیسی محنتوں پر کھڑا کرنا ہے کہ وہ اپنے من کو صاف کریں۔

﴿ازافادات﴾

حضرت مولانا پیر

حافظ ذوالفقار احمد صاحب

نقشبندی مجددی زید مجدہ

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

امابعد

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِن الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِرَبِّیْ﴾

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسان دو چیزوں کا نام ہے ایک جسم اور دوسرا روح

جسم عالم خلق سے بنا ہے اور روح عالم امر کی چیز ہے، روح کے بارے میں اللہ تعالی نے عام لوگوں کو زیادہ علم عطا نہیں فرمایا، قرآن مجید میں فرمایا ﴿وَمَااُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ لیکن جن لوگوں نے محنت کی اور اللہ رب العزت کو خوش کیا اللہ نے ان پر حروف مقطعات کے علوم کو کھولے اسما کے علوم کھولے ان پر اللہ تعالی نے متشابہات کے علوم بھی کھولے انہیں پر اللہ تعالی نے اس روح کا بھی علم کھولا تو انہوں نے کشف کی نظر سے یہ دیکھا کہ روح کا تعلق پورے جسم کے ساتھ عام ہے اور چند جگھوں کے ساتھ خاص ہے۔

ایک مثال

اس کی مثال ایسے ہے کہ اگر دور سے بندہ اس کمرے کو دیکھے تو پورا کمرا ہی روشنی کا گولا نظر آئے گا لیکن روشنی کا تعلق پورے کمرے کے ساتھ عام ہے اور ان جگھوں کے ساتھ خاص ہے اب وہ جن جگھوں کے ساتھ خاص تعلق ہے

ان کوانھوں نے لطائف کہا، لطائف پانچ ہیں انکے نام رکھ دیئے (۱) قلب (۲) روح (۳) سر (۴) خفی (۵) اخفی

پھرانہوں نے کہا کہ عالم خلق کے بھی دو لطیفے ہیں ایک نفس اور دوسرا قالب،

اب قالب جو ہے یہ پھر چار عناصر سے مل کر بنا

(۱) آگ

(۲) پانی

(۳) ہوا

(۴) اور مٹی

اگران کے عناصر کوالگ الگ گن لیں

تو پانچ لطائف بنے عالم امر کے

اور پانچ لطائف بنیں عالم خلق کے

اب ہر لطیفہ جو عالم خلق کا ہے اس کو عالم امر کے کسی نہ کسی لطیفے کے ساتھ ایک تعلق ہے، مناسبت ہے

چنانچہ قلب کی مناسبت نفس کے ساتھ

روح کی مناسبت ہوا کے ساتھ

سر کی مناسبت پانی کے ساتھ

اور خفی کی مناسبت آگ کے ساتھ

اور اخفی کی مناسبت مٹی کے ساتھ

اس طرح آپس میں مناسبتیں ہیں۔

انسان کے علاج کے دوطریقے

انسان اپنے آپ کو دوطرح سے ٹھیک کرسکتا ہے

ایک اپنے نفس کوٹھیک کرلے

یا پھراپنے دل کوٹھیک کرلے

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، ملے ہوئے ہیں دونوں سے ایک ہی نتیجہ نکلے گا، اللہ رب العزت نے دوہی طریقے رکھے انسان کی اصلاح کے ایک فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ نفس کے تزکیہ کا و یہاں تذکرہ ہوا، اور حدیث پاک میں نبی علہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اپنے دل کی اصلاح کر لی اس کی اصلاح ہوگئی تو دونوں کی خوشخبری ہمیں نص سے ملتی ہے کہ ہم چاہیں تو دل کی محنت کرلیں یہ سنور جائے تو سب سنور جائیں گے اور چاہیں تو نفس کو سنوار لیں پٹا ڈال لیں شریعت کا تو بھی سنور جائیں گے۔

قرون اولی کے لوگ

قرون اولی میں چونکہ خیر کا زمانہ تھا لوگ بہت عبادت گذار ہوتے تھے اس زمانے میں اللہ رب العزت نے نفس کی اصلاح کے ذریعہ سے لوگوں کا نسبت کو پانا معرفت کو پانا اس راستے کو کھول دیا، چنانچہ اس زمانہ میں وہ لوگ بڑے مجاہدے کرتے تھے یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ اللہ دکھاتا ہے کہ دیکھو میری خاطر میرے بندے کیا کیا کرتے ہیں، اللہ تعالی خوش ہوتے ہیں، اب آپ کہیں جی کہ اللہ تعالی کیسے دکھاتے ہیں؟ حدیث پاک میں آتا ہے ایک بندہ تہجد کے لئے اٹھتا ہے اللہ تعالی فرشتوں کو دکھاتے ہیں کہ دیکھو دل میں گھر کرنے والی بیوی پاس تھی اگر یہ چاہتا تو اس کے ساتھ وقت گذارتا لیکن مصلے پہ کھڑا ہے اس کو کس نے کھڑا کیا؟ میری محبت نے کھڑا کیا، تو اللہ تعالی بھی دکھاتے ہیں، فرشتوں کو تو اللہ تعالی نے اس وقت دکھایا کہ دیکھو میرے بندے میرے لئے کیا کیا مجاہدے کرتے ہیں میرے نام کی خاطر کیا کیا قربان کرتے ہیں، کھانا کم، پینا کم، سونا کم، ہیں تو انسان لیکن فرشتوں والی صفتیں ان کے اندر آگئی ہیں چنانچہ کتنے لوگ تھے کہ جنہوں نے بیس بیس سال خشک ستو پھانک کر گذارا کرلیا، اب یہ کیا کھانا ہوا

امام بخاریؒ اٹھارہ سال روزانہ پانچ سے سات بادام کھاکرگذارا کرلیتے تھے اٹھارہ سال زندگی کے ایسے گذارے اور پتہ کیسے چلا بیمار ہوئے طبیب نے چیک کیا تو اس نے کہا کہ اس نے تو کبھی مرچ ہی نہیں کھائی اب شاگردوں نے پوچھا تو بتایا کہ ہاں میں پانچ سات بادام کھا کر پورا دن گذارا کرلیتا ہوں علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اتنا تھوڑا کھاتے تھے کہ ان کو بکری کی طرح مینگنی آیا کرتی تھی ،اور فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں وہ لوگ بھی تھے جو ہفتہ میں ایک دفعہ بیت الخلا جاتے تھے اور کچھ ایسے تھے جو پانچ دن بعد جاتے تھے اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ روزانہ بیت الخلا ایک دفعہ جانا شروع کر دیا تو میری والدہ نے مجھے طبیب کے پاس بھیجا کہ میرے بیٹے کا پیٹ خراب ہوگیا ہے ،آپ سوچیں ہمارا کیا حال ہے؟ پانچ مرتبہ تو بیت اللہ (مسجد)اور دس مرتبہ بیت الخلاء جو مجاہدے وہ کر گئے وہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے ۔

ایمان کے بچانے کا دور

یہ زمانہ کمزوروں کا زمانہ ہے اللہ رب العزت نے اپنے کمزور بندوں کیلئے رحمتیں فرمادیں مشائخ نے بھی رو روکردعائیں مانگی کہ اے اللہ ہمیں وہ نسبت دیدیجئے جس میں تیرے تک پہنچنا آسان ہو کمزور سے کمزور بندہ بھی پہنچ جائے پہلے انتخاب ہوتا تھا اسلئے آپ دیکھیں کہ پہلے لوگ مشائخ کے پاس بیعت ہونے کے لئے آتے تھے تو وہ کئی کئی دن استخارے ہی کرتے رہتے تھے جلدی نہیں مانتے تھے بڑا چن چن کر بیعت کرتے تھے اسلئے کہ مجاہدوں کا زمانہ تھا اور اب جو آتا ہے اسی کو بیعت کرلیتے ہیں ایک مرتبہ میں نے اپنے حضرتؒ سے پوچھا کہ حضرت پہلے زمانے میں تو مشائخ بیعت سے پہلے بڑا کچھ کرواتے تھے پھر بیعت کے لئے قبول کرتے تھے اور ہمارے یہاں تو مسجد میں پگڑی پھیلا دیتے ہیں کہ جو چاہے بیعت ہوجائے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ زمانہ خیر کا تھا اس وقت

کمال تک پہنچنے کے لئے لوگ آتے تھے اسلئے وہ ذرا انتخاب کرتے تھے یہ زمانہ ایمان کے بچانے کا زمانہ ہے ہر آنے والے کو اسلئے قبول کرتے ہیں کہ ان کا توبہ کے کلمات کے پڑھنے کی وجہ سے موت کے وقت ایمان ہی سلامت رہ جائے تو یہ بھی کامیابی ہے فرمایا اب دوسرا حال ہے اور واقعی ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کہ جس شخص کے سینہ پر یہ انگلی لگ گئی اس کو ذکر کے علاوہ موت نہیں آسکتی ،اتنی توجہات کا اثر ہوتا ہے ،بزرگوں کے ساتھ توبہ کے کلمات پڑھنے کی اتنی برکات ہوتی ہیں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالی موت کے وقت کلمہ کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں[هُمْ رِجَالٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ]وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا ،یہ کتنی بڑی برکت ہے کہ آدمی کا انجام اچھا ہوجائے ،تو یہ بیعت کی برکات میں سے ایک برکت ہے۔

طریقہء اصلاح مشائخ نقشبند

اب جب ہم ذکر شروع کرتے ہیں تو لطیفہ قلب سے شروع کرتے ہیں چونکہ اصلاح کے دو طریقے یا تو دل کو محبت سے بھر دو تو محبت کی وجہ سے بندہ محبوب کی ہر بات مانتا پھرے گا ،[اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَایُحِبُّ مُطِیْعٌ]

اور دوسرا طریقہ ہوتا ہے کہ نفس پہ محنت کر کے اس کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ اس کو شریعت کی لگام ڈال دی جائے وہ بھی طریقہ ہے ،

مشائخ نقشبند دل کے مراقبہ سے کام شروع کرتے ہیں اور چونکہ دل کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے تو نفس کا تزکیہ اور نفس کی اصلاح اسکے ضمن میں ہوتی چلی جاتی ہے ،یعنی آپ اگر دل کو اللہ کی محبت سے بھریں گے نا تو نفس کا خود بخود تزکیہ ہوتا چلا جائے گا ،یہ ستھرا ہوتا چلا جائے گا ،اس کے اندر سے گندگی انانیت تکبر یہ چیزیں نکلتی ہی چلی جائیں گی ،اس کو ہمارے بزرگوں نے ان الفاظ میں بیان کیا (اندراج النهایة فی البدایة) نہایت کہتے ہیں آخر کو اور بدایت کہتے ہیں ابتداء کو کہ

دیکھوابتداء میں محنت کرتے ہیں مگراس میں انتہائی نعمت بھی انسان کوملنی شروع ہوجاتی ہے، یایوں کہدیتے ہیں کہ انفسی سیر میں آفاقی سیر خود بخود ہوجاتی ہے انفسی کہتے ہیں عالم امر کے لطائف کو چونکہ اندر سے وابستہ ہیں تو یہ انفسی سیر ہے اوراسمیں جو عالم خلق کی جو سیر ہے وہ خود بخود جاتی ہے،تو کسی نے کہد یا اندراج النھایۃ فی البدایۃ اور کسی نے کہہ دیا کہ سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی خود بخود ہو جاتی ہے،اس سے کیا مراد ہے؟ آپ اپنے عالم امر کے لطائف کونور سے منور کریں عالم خلق کے لطائف خود بخود منور ہوتے چلے جائیں گے،تواسکوسیر انفسی کہااوراسکوسیر آفاقی کہااب یہ الفاظ کہیں لکھے ہوئے ہوں کہ بھئی سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی ہوجاتی ہےتو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہےاس کا سمجھنا اب آسان ہوگیا کہ سیر انفسی کیا ہےاور سیر آفاقی کیا ہے؟۔

ایک سوال

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل جاری ہونا کس کو کہتے ہیں؟ جب ہم کہتے ہیں جی فلاں بندے کا دل جاری ہوگیا تو اس کو سمجھنا چاہئے صورت حال یہ ہے کہ جب بندہ بیٹھ کر بہت مراقبہ کرتا ہے،تو مراقبہ میں اپنے دل کوتمام خیالات سے خالی کرلیتا ہےنیت کرتا ہے کہ نہ زمین، نہ آسمان، نہ انسان، نہ حیوان، نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہےتو کیا ایسی جگہ ہے کہ جہاں بالکل ہی خلا ہو؟ خلااس دنیا میں محال ہے آپ کمرے میں خلا پیدا کرنے کی کوشش کریں ہوا کہیں سے نہ کہیں سے آجائے گی تو جس طرح آپ کمرے میں خلا پیدا کرنے کی کوشش کریں تو ہوا خود بخود آجاتی ہے،اسی طرح آپ اپنے ذہن میں مخلوق کے خیال سے خلا پیدا کرنے کی کوشش کریں، اللہ کی محبت اور نور خود بخود اس میں آجائے گا، یہ سمجھ میں آنی والی بات ہے، آپ دل کو خالی کر کے بیٹھیں تو صحیح، نیت تو کریں۔

یہ اسباب کی دنیا ہے یہاں اللہ تعالی نے نظام ایسا بنایا ہے تو جب ہم اپنے

ذہن کوخالی کرلیں گےتو اللہ رب العزت کا دھیان خود بخود اس میں آجائے گا۔

اور مراقبہ میں دوسرا اہم یہ سوچتے ہیں کہ میرا دل اس نور کی وجہ سے اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اب یہ ایک گمان ہی ہے نا جو ہم لے کر بیٹھتے ہیں،تو جب گمان لے کر بیٹھتے ہیں تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں[اَنَاعِنۡدَظَنِّ عَبۡدِیۡ بِیۡ] ’’میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق عمل کرتا ہوں‘‘ تو جب ہم گمان لے کر بیٹھے ہمارا دل اللہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے تو اللہ رب العزت تھوڑے عرصے میں اس کوکہلوا دیتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دل کیسے کہتا ہے بھئی قیامت کے دن انسان کی رانیں بولیں گی انسان کے اعضاء بولیں گے جو پروردگار قیامت میں اعضاء کو بلوائے گا وہ دنیا میں دل کو نہیں بلوا سکتا تو دل کا بولنا کونسا مسئلہ ہے؟ بس اتنا ہے کہ اللہ تعالی نے دل کی فریکوینسی کو بندہ کے ساتھ میچ کردیا کہ اس دل کا ذکر بس کرنے والا ہی سن سکتا ہے اوران ظاہر کے کانوں سے نہیں سنتا دل ذکر کرتا ہے دل اپنے کانوں سے سنتا ہے ان کانوں سے ذکر نہیں سنا جا سکتا دل ہی ذکر کرتا ہے اور دل ہی اس کا ادراک کرتا ہے تو اس لئے اب اس چیز کو سمجھنا آسان ہوگیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ قلب جاری ہوگیا اس کا کیا مطلب؟ تو قلب جاری ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب انسان یوں مراقبہ کرتا ہے کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے تو کیا ہوتا ہے کہ شروع میں اس کو اپنے دل میں ایک ہلکی سی حرکت سی محسوس ہوتی ہے کچھ لوگوں کو شروع شروع میں سینہ میں تکلیف ہوتی ہے جو مراقبہ کرتے ہیں نئے نئے لوگ وہ کہتے ہیں جی ہمیں دل میں کچھ دردسی محسوس ہوتی ہے وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے پرندہ کسی پنجرے میں بند ہو اور وہ نکلنا چاہے تو پھڑ پھڑاتا ہے بالکل یہاں بھی ایک پرندہ بند تھا۔

مشائخ کا قول

مشائخ نقشبند نے فرمایا کہ یہ جو پانچ لطائف ہیں، ہر لطیفہ میں روح کا اپنا

ایک حصہ ہے یعنی جس کو ہم دل کہتے ہیں اس سے مراد مضغہ (لوتھڑا) نہیں ہے کیوں کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مؤمن کا دل منور اور فاسق کا دل سیاہ لیکن اگر مؤمن ہو کمزور اور فاسق ہو صحتمند اور اس دل کو نکال کر دیکھیں تو دیکھنے میں فاسق کا دل زیادہ تازہ نظر آئے گا تو معلوم ہوا اس سے یہ مراد نہیں ہے اس سے مراد کچھ اور ہے، کیا مراد ہے؟ اب ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں حدیث قدسی کہ انسانوں کا دل [بَیۡنَ اَصَابِعِ الرَّحۡمٰنِ] رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں [یُقَلِّبُھَا کَیۡفَ یَشَاءُ] اللہ جیسے چاہتا ہے ان کو بدل دیتا ہے تو ہمارے مشائخ نے کہا کہ اصل جس طرح روح اوپر سے آئی ہے تو روح ایک چیز نہیں ہے یہ باجماعت سی چیز ہے، جس کی حقیقت ہے، اس روح کے اندر یوں سمجھ لیں کہ چھوٹی چھوٹی پانچ روحیں پانچ لطیفوں کی اور ہیں، وہ روح آئی جسم میں چھائی اور پانچ جگھوں پر اس کا خاص تعلق بن گیا اب یہ جو لطائف ہیں اب ان کی بھی اصل اوپر عالم امر میں ہے، اللہ تعالی جو فرماتے ہیں کہ میری دو انگلیوں کے درمیان ہیں تو وہ جو عالم امر میں ہے وہ دو انگلیوں کے درمیان ہے ادھر پھیرتے ہیں یہ خود بخود پھر جاتا ہے اس لئے کہ یہ سایہ ہے وہ اصل ہے۔

ہر چیز اصل کی طرف لوٹتی ہے

اب دستور یہ ہے کہ جب بھی انسان ذکر کرے گا تو ذکر کی برکت سے اس کے دل کے لطیفہ کا دروازہ کھلے گا یہ جو مشائخ لطیفہ پر اللہ اللہ کرنے کو کہتے ہیں تو اس کے بعد انسان کے لطیفہ کا دروازہ کھلتا ہے، محنت سے اور اس کی جو روح ہے وہ اپنے اصل کی طرف جاتی ہے، کیوں؟ کہ [کُلُّ شَیۡیٍٔ یَرۡجِعُ اِلٰی اَصۡلِہٖ] ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، یہ دستور ہے تو یہ جو اندر کی روح ہے لطیفۂ قلب کی یہ پھر اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، جب یہ اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے تو چونکہ یہ دل اس کا سایہ ہوا یہ اصل ہوئی تو پھر اس کی وجہ سے انسان کا قلب ایک

حرکت محسوس کرتا ہے اس منتقل ہونے کی وجہ سے اس حرکت کو "تحرک" کہتے ہیں یہ تحرک جو ہے کافی تیز ہوتا ہے، جیسے کہ کوئی چیز بالکل تیز حرکت کر رہی ہوتی ہے

ایک ہے دل کی دھڑکن کہ انسان کا جو دل ہے وہ پچھتر دفعہ یا اسی دفعہ خون کو پمپ کر رہا ہے وہ جو آواز آتی ہے لُب ڈُب لُب ڈُب وہ اپنا کام کر رہا ہے یہ تو ہو گیا اس کی دھڑکن یہ ذرا آہستہ ہوتی ہے اور یہ جو انسان کا لطیفہ ہے جو اسکا باطن ہے یہ بہت تیزی سے حرکت کرتا ہے اس کی جو حرکت ہے وہ بہت تیز ہوتی ہے اگر اس کو سمجھنا ہو تو آپ کبھی بس میں بیٹھیں جس کو اسٹارٹ کرنے کے بعد کھڑا کر دیا گیا ہو تو بیٹھے بیٹھے ارتعاش محسوس کریں گے، یہ ارتعاش کیا ہے یہ بالکل اسی لطیفۂ قلب کی حرکت کی طرح ہوتا ہے تو انسان خود بخود اپنے دل میں ایک تیز حرکت سی محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے، تو جب انسان کا قلب جاری ہوتا ہے تو انسان اپنے بدن میں بھی ارتعاش سا محسوس کرتا ہے اور کئی مرتبہ وہ اپنے آنکھوں کے سامنے ارتعاش سا محسوس کرتا ہے اس کو تحرک کہتے ہیں اور عام زبان میں کہتے ہیں جی اس کا دل جاری ہو گیا کیوں کہ دل نے حرکت محسوس کرنا شروع کر دی حرکت کا ادراک شروع ہو گیا یہ پہلا قدم ہے۔

یہ بہت ہی لذیذ کیفیت ہوتی ہے تکلیف دہ نہیں ہوتی اگر بندے کا جسم گدگداو تو مزہ آتا ہے اور اگر دل گدگداو تو مزہ زیادہ آنا چاہئے، تو یہ بھی دل گدگداجاتا ہے لہذا بندے کو ایک عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے، کئی دفعہ بیٹھا رہتا ہے اس کو کیفیت محسوس ہوتی ہے کئی دفعہ لیٹا ہے تو لیٹا رہنے کو دل کرتا ہے عجیب سی بندے کی کیفیت ہوتی ہے اس کا دل کرتا ہے بس مجھے بیٹھے رہنے دو اس کا دل کرتا ہے مجھے کوئی نہ چھیڑے اب یہ لذت جو اس کو محسوس ہوتی ہے یہ دنیا کے کھانے پینے جماع کی لذتوں سے زیادہ عجیب لذت ہوتی ہے یہ دل کی لذت ہے جسم کے اعضاء سے دل اہم اور دل کی لذت باقی اعضاء کی لذتوں سے اہم ہے، تو انسان کو یہ کیفیت محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے اور انسان کا لطیفہ اوپر کی طرف سفر

کرتا ہے اب جب وہ اوپر کی طرف جائے گا یہ کیفیت ہوتی جائے گی۔

پھر کیا ہوتا ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ لطیفہ اپنی اصل یعنی عالم امر میں پہنچ جاتا ہے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہوجاتا ہے، اب اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کے اوپر گناہوں کے اثرات آئے تھے لیکن اوپر کا عالم تو منور ہوتا ہے جب یہ روح آئی تھی تو اس وقت بھی اس کے اوپر اثرات نہیں تھے گناہوں کی ظلمت نہیں تھی پاک تھی دنیا میں چونکہ رہی جسم کے ساتھ تو جسم کی وجہ سے برے اعمال کے اثرات اس پر پڑے اب یہ واپس گئی اور اپنی اصل کے ساتھ واصل ہوئی تو وہاں کے نور کی وجہ سے اس پر نور کی کوٹنگ ہوجاتی ہے، اس کوٹنگ کے بعد پھر یہ لطیفہ واپس اپنے اسی گھر کی طرف آتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو اپنے اسی جسم کی طرف واپس لوٹ آتا ہے اس جسم میں واپس لوٹنے سے اب اس کے اندر ایک ذکر کی کیفیت آجاتی ہے کیوں اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ لَایَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَایَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَایَفْتُرُوْنَ﴾ اب یہ چونکہ اُس عالم کو دیکھ کر آیا لہذا اس عالم کی اس کیفیت کو ساتھ لے کر آیا اب یہ رہائشی یہاں کا تھا صفت وہاں کی لے کر آگیا سیر جو وہاں سے کر کے آیا اسلئے اب جب یہ واپس آتا ہے تو ایسا ذاکر بنتا ہے کہ غفلت کا نام ونشان نہیں رہتا اللہ کہہ رہے ہیں ﴿وَلَایَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَایَفْتُرُوْنَ﴾ اسمیں افطار ہے ہی نہیں ہر وقت اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔

سیور اربعہ

لہذا ہمارے بزرگوں نے اس کو سمجھانے کی خاطر یہ جو لطیفہ کا اوپر جانا تھا اس کا نام رکھا

''سیر الی اللہ'' جب لطیفہ اپنی اصل کے ساتھ وہاں واصل ہوا تو اس کا نام انہوں نے رکھ دیا

''سیر فی اللہ'' جب لطیفہ وہاں سے لوٹ کر آیا تو انہوں نے نام رکھ دیا

''سیر من اللہ'' اور جب اپنے گھر آگیا تو انہوں نے اس کا نام رکھا

''سیر فی الاشیاء''

تو ان کو سیور اربعہ کہتے ہیں کتنا آسان ہے اس کو سمجھنا، اسلئے کہتے ہیں معرفت الٰہی کا راستہ سیور اربعہ کے اوپر منحصر ہے

(۱)......سیر الی اللہ

(۲)......سیر فی اللہ

(۳)......سیر من اللہ

(۴)......اور سیر فی الاشیاء، چار سیروں میں بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ چار قدم ہیں، چار قدم کہہ لیں چار سیریں کہہ لیں لیکن سیور اربعہ کا نام کتابوں میں زیادہ لکھا ہے تو لطیفہ کا اپنی اصل سے نکلنا اصل کے ساتھ ہوجانا واصل ہو کر پھر واپس آنا ذاکر بن کر منور ہو کر تو اسطرح انہوں نے چار سیروں کے ساتھ تشبیہ دی۔

عروج نزول فنا و بقاء

بعض مشائخ نے اس کے لئے کچھ اور لفظ استعمال کر لئے انہوں نے یہ جو سیر الی اللہ تھی اس کو ''عروج'' یہ سیر الی اللہ کا دوسرا نام ہے اور جو سیر فی اللہ تھی انہوں نے اس کا نام رکھا ''فنا'' اور جو سیر من اللہ تھی اس کا نام انہوں نے ''نزول'' رکھا، اور جو سیر فی الاشیاء تھی اس کا نام انہوں نے ''بقا'' رکھ دیا تو اب آپ چاہیں تو وہ لفظ استعمال کریں یا یہ کریں،

لہذا مشائخ نقشبند کے یہاں سیور اربعہ میں سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر من اللہ، اور سیر فی الاشیاء کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں

اور اگر دیگر مشائخ کے یہاں فنا، بقا، عروج اور نزول کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، چنانچہ کئی جگہوں پر آتا ہے کہ لطیفہ نے عروج کیا تو جب لکھ دیں کہ

لطیفہ نے عروج کیا تو آپ کیا سمجھیں گے کہ اِدھر سے نکل کر عارضی گھر سے اپنی اصل کی طرف لوٹا اور جب کہیں کہ لطیفہ نے نزول کیا تو اس سے کیا مراد؟ کہ اصل سے واپس اِس گھر کی طرف آیا، جب فنا کہیں تو اس سے مراد اپنی اصل کے ساتھ واصل ہوا اور جب بقا کہیں تو چونکہ آکے اس نے زندگی تو یہاں گذارنی ہے اللہ کی یاد کے ساتھ، لہذا اس کو بقا کے نام سے موسوم کر دیا۔

الفانی لا یرد کا کیا مطلب؟

ہمارے پانچوں لطائف باری باری اسی طرح اپنی اصل کے ساتھ فنا حاصل کرتے ہیں جو لطیفہ اپنی اصل کے ساتھ فنا پا لیتا ہے وہی ذاکر ہو جاتا ہے پہلے قلب ذاکر بنتا ہے، پھر روح بنتی ہے، پھر سر، پھر خفی، پھر اخفی، پانچوں کے پانچوں لطائف جو ہیں یہ انسان کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں جب پانچوں واصل ہو جاتے ہیں پھر انسان کے اندر ذکر ایسی جڑ پکڑ لیتا ہے

بھلانا بھی چاہو بھلا نہیں سکو گے

اسلئے ہمارے بزرگوں نے کہا **الفانی لا یرد** کہ فانی لوٹتا نہیں، کیا مطلب ؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا ذاکر بن جاتا ہے کہ اب وہ غافل ہو ہی نہیں سکتا۔

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

یہ ایسی نعمت ہے اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جی یہ کیوں کہا کہ **الفانی لا یرد** کہ فانی لوٹ نہیں سکتا، ہمارے مشائخ نے اس کو یوں سمجھایا انہوں نے کہا اچھا جی یہ بتاؤ کہ اگر کوئی پھل پک جائے تو کیا اس کے بعد وہ کچا ہو سکتا ہے؟ سنا کبھی کہ پکنے کے بعد کچا ہو جائے، اور اگر کوئی نوجوان بالغ ہو جائے تو پھر اس کے بعد نابالغ ہو سکتا ہے، بس یہی ہے الفانی لا یرد کا مطلب تو ذکر میں وہ ایسا پختہ ہو جاتا ہے کہ اب شیطان کے حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

شیطان کے حملوں سے کون بچتا ہے؟

مشائخ نقشبند نے ایک بات کہی کہ جو بندہ فنائے قلبی حاصل کر لیتا ہے وہ شیطان کے حملوں سے اللہ کی حفاظت میں آ جاتا ہے، وہ جو اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم گمراہ تو کرو گے مگر میرے وہ بندے جو مخلص ہیں ﴿**اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡھُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ**﴾ ﴿**اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡھِمۡ سُلۡطَانٌ**﴾ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جب لطیفہ اپنی فنا بقا کو پا لیتا ہے تو انسان اللہ کے ان بندوں کے اندر شامل ہو جاتا ہے اسلئے امام ربانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہیئے کہ محنت کر کے فنائے قلبی تو ضرور حاصل کر لے تا کہ انجام کا اچھا ہونا پختہ ہو جائے۔

ایک سوال

اچھا یہاں پر ایک سوال کہ یوں جو کہا گیا کہ ﴿**اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡھِمۡ سُلۡطَانٌ**﴾ میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا تو کیا وہ فرشتے بن جائیں گے؟ پھر کیا مطلب ہوا اس کا؟ مطلب یہ کہ اب اس بندے سے ایسا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا جو اللہ کی نظر میں نا قابل معافی ہو، یہ ہر اس گناہ سے محفوظ ہو گیا جو اللہ کی نظر میں نا قابل معافی ہے، ہاں معافی کے قابل گناہ ہو بھی سکتے ہیں اور اللہ ان کو بخش بھی دے گا انسان ہے فرشتہ تو نہیں بنا، لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کرے اور اگر ہو بھی جائے تو قابل معافی ہی ہوگا، ایسا کوئی گناہ نہیں کرے گا جو اللہ کے یہاں نا قابل معافی ہو اسلئے فرمایا کہ یہ میرے وہ بندے ہیں کہ تیرا داؤ ان پر نہیں چل سکتا، تو ان کو مجھ سے جدا نہیں کر سکتا وہ گناہ بھی کر بیٹھیں گے وہ مجھے منائیں گے رو دھو کر اور جب تک منائیں گے نہیں ان کو چین ہی نہیں آئے گا، میری ایسی محبت ان کے دل میں جڑ پکڑ جائے گی۔

غفلت ناممکن

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اس موقع پر عجیب بات لکھتے ہیں فرماتے ہیں ایسے

بندے کو جس کو فنائے کامل مل گئی اگر اس کو ایک ہزار سال کی عمر دی جائے اور ایک ہزار سال وہ کوشش کرے کہ میں اللہ کو بھول جاؤں وہ اللہ کو بھول نہیں سکتا ایسی اللہ کی یاد اسکے دل میں جو ہے جڑ پکڑ جاتی ہے سبحان اللہ کیا نعمت ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔

گو میں رہا رہین ستمہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

مجدد صاحبؒ کا قول

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اس فنائیت اور بقائیت کے حاصل ہونے کے بعد اب اگر تفرقہ اس بندے پر ہوتا ہے تو ظاہر میں ہوتا ہے باطن میں نہیں اب یہ باطن اللہ کے یہاں سکہ بند چیز بن گئی ،تو اسکو کہتے ہیں ذکر قلبی قلب کا جاری ہونا قلب کا اللہ اللہ اللہ کہنا، ذکر قلبی بھی اسے کہتے ہیں۔

ہمارے ایک بزرگ تھے خواجہ عبید اللہ احرارؒ وہ فرماتے تھے کہ تین مواقع ایسے آتے ہیں کہ جس پر فرشتت مؤمن سے حیران ہوتے ہیں متعجب ہوتے ہیں فرماتے تھے

...... پہلا موقع کہ جب ان کے اعمال دیکھتے ہیں کہ کتنے خلوص سے انہوں نے کئے ہیں پھر اس کے اجر کو دیکھتے ہیں تو فرشتے لکھنے والے کراما کاتبین متعجب ہوتے ہیں، کہتے ہیں کیا بات ہے! اس بندے کے پیچھے شیطان ہے اس کے پیچھے نفس خبیث ہے لیکن یہ دونوں سے بچ بچا کے اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کی محبت میں ڈوب کر عمل کر رہا ہے کہ اسکے اتنے عمل پہ ہیرے اور موتیوں کا بھاؤ لگ رہا ہے تو کہتے ہیں کہ کراما کاتبین جب ان ک اعمال کا اجر دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں۔

......دوسرا فرمایا کرتے تھے کہ جب ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے

لئے آتے ہیں تو ملک الموت ان کی روح کو قبض کرتے ہوئے گھبراتے ہیں کہ کہیں اس بندے کی بے ادبی نہ ہوجائے یہ اللہ کا اتنا پیارا ہے مجھ سے کوئی بے ادبی نہ ہوجائے فرماتے ہیں کہ جیسے ہیرا پکڑتے وقت قیمتی ہونے کی وجہ سے اٹھانے والے کے ہاتھ میں ارتعاش سا ہوتا ہے ایک عجیب کیفیت سی ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ ان کی روح قبض کرتے ہوئے ملک الموت کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا اتنا پیارا بندہ ہے ایسے اعمال کئے ہیں۔

......اور تیسرا فرمایا کرتے تھے کہ جب قبر میں منکر نکیر آتے ہیں سوال پوچھنے کے لئے تو گو وہ سوال پوچھتے ہیں مگر مؤمن کے اعمال اور اس کے اور اللہ کے تعلق کی وجہ سے ان کی عظمت سے خائف ہو رہے ہوتے ہیں ہیبت زدہ ہو رہے ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں ذکر قلبی نصیب فرمائے اور غفلت بھری زندگی سے نجات عطا فرمائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین